ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ

امر بالمعروف

نہی عن المنکر

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ

سالانہ دس ،، پرچے پوسٹ کی قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں کے پیدا ہونے کی غرض

(اور)

اسلام کے عام سپاہی اور مجاہد

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

تم ہو بہتر امت سے جو پیدا ہوئی ہے لوگوں میں حکم کرتے ہو پسندیدہ بات کا اور منع کرتے ہو ناپسندیدہ سے

آیت شریف سے ایک تو امر معروف اور نہی منکر کی فضیلت ثابت ہے کیونکہ خیر امت کا بننا اسی صفت یعنی امر معروف و نہی منکر کی وجہ سے ہے۔ دوسرے عمومیت کا اثبات ہے یعنی ساری کی ساری امت کے پیدا ہونے کا واحد سبب امر معروف اور نہی منکر کی انجام دہی ہی کے لئے ہے اسمیں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں بوڑھے جوان اور بچے سب کو شریک کر لیا گیا ہے سند یافتہ عالم اور مجتہد ہونا شرط نہیں عامی مسلمان بھی اس کا وہی حق رکھتا ہے جو درس عالیہ اور فقہ کے سند یافتہ اور باعمل اکابر کا خدا [illegible] ہوا ہو۔

بار ی تعالیٰ جل شانہ کا ہر فعل حکمت سے مملو ہے چونکہ امتوں کی کمی نہیں تھی لیکن
اس بات کی کمی ضرورتھی کہ ایک امت ایسی ہو جو اُس فرض کو انہیں یاددلاتی رہے ۔
جو اُن کے پیدا کرنے والے کی مرضیات سے تعلق رکھتا ہواس لئے مسلمانوں کو پیدا کیا اور
گویا کہ ان کے پیدا ہونیکی واحد غرض یہی قرار پائی کہ یہ امر معروف اور نہی منکر کیا کریں۔
ان کا جینا ان کا مرنا۔ ان کا سفر۔ ان کا حضر۔ ان کی تجارت۔ ان کی کاشت کاری۔ ان
کی ملازمت اور ان کے جملہ علوم وفنون اور تمامی مشاغل کی اصل غرض اسی مبارک فرض
کی ادائیگی ہو یہ جہاں اور جس شغل میں ہوں اپنے کو اللہ کا پیامی اور اللہ کا سپاہی سمجھیں۔

اگر مسلمانوں نے اس فرض کو ترک کیا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ
بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو جو پھر جائے تم میں سے اپنے دین سے پس قریب لائیگا اللہ
ایسی قوم کو جن کو دوست رکھیگا (اللہ) اور وہ دوست رکھے گی اُس کو

عالم اسلام چیخ اٹھا ہے کہ مسلمان مسلمان نہیں رہے ان کی ترقی واقبال کا ستارہ غروب
ہوگیا یہ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں ان سے دینی و دنیوی سرفرازی چھین گئی ہے مگر یہاں تک
سوچنے اور کہنے کے بعد حقیقی علاج نہیں سوجھتا۔ بات یہ ہے کہ دریائے تبلیغی جہاد کا بہاؤ رک
گیا اور اس لئے ہر چیز سے محرومی ہوگئی ہے۔

تبلیغی جہاد کیوں رکا مسلمان اللہ کے پیامی اور سپاہی کیوں نہ رہے صرف ایک سبب سے

وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ
اور منع کرتے ہیں بُری بات سے اور قائم کرتے ہیں نماز کو

اُن لوگوں کو کیا کہا جائے جو یہ کہتے ہیں کہ تبلیغ کا حکم جب تک بادشاہ وقت کی طرف سے بطور اجازت کے نہ ہو جائز نہیں۔ اگر ایسا ہے تو کوئی ان سے پوچھے کہ پھر اگر بادشاہ وقت ٹیڑھا ہو تو اسکو کون سیدھا کریگا کیا بادشاہ اس بات کی اجازت دیگا کہ اس کے فعل پر کوئی احتساب کرے۔

اور پھر اُن لوگوں کو کیا کہا جائے جو یہ سمجھتے ہیں کہ علماء کے سوا اور کسی کو امر معروف اور نہی منکر کا حق نہیں۔ اول تو انھوں نے عالم کے مفہوم کو ہی غلط سمجھا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک جامعہ ازہر یا دار العلوم دیوبند کا وہ چار انگل کا کاغذ جس کو سند کہتے ہیں کسی کے پاس نہ ہو عالم نہیں ہو سکتا۔ وہ ساری کتابیں جن کو نصاب کہتے ہیں ختم نہ کر چکا ہو اور جبہ و دستار سے آراستہ نہ ہو چکا ہو۔ غلط سلط فتوے نہ دیا کرتا ہو۔ مسجد کا امام نہ ہو۔ تحریر و تقریر پر قادر نہ ہو وعظ نہ کہتا ہو مثنوی نہ پڑھتا ہو۔ مرید نہ کرتا ہو۔ اور کسی مدرسہ کی چہار دیواری کے اندر قال اقول کی تکرار نہ کرتا ہو عالم نہیں ہو سکتا۔ کاش یہ اتنا ہی جانتے ہوتے کہ اللہ کا بھیجا ہوا، رسول کا پہنچایا ہوا اور صحابہ کا سیکھا اور سکھایا ہوا ایک ہی نصاب ہے اور اس کے جس حصے کا جو شخص جاننے والا ہو وہ اتنے کا عالم بھی ہے اور مبلغ بھی۔ اور یہ سیاہ سیاہ نقوش کے پڑھنے پر بھی منحصر نہیں بلکہ وہ مختار ہے کہ اپنے آقا کے حکم کو جس طریقے سے چاہے جانے اور پھر پہنچائے۔

اس آیت شریفہ نے ان بکواس کرنے والوں کے منھ پر مہر لگا دی۔ ایمانداروں کی تعریف میں امر معروف اور نہی منکر کو داخل کر دیا۔ ان کی تعریف اس سلسلے ہوئی کہ اچھی بات کا امر کرتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ جو کوئی امر معروف کو ترک کرے گا۔ وہ اُن ایمانداروں کے زمرے سے خارج ہوگا جن کا وصف اس آیت میں مذکور ہے۔

جس طرح ہر مرد پر تبلیغ واجب ہے۔ اسی طرح ہر عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے شوہر اپنے بچے اپنی بچیوں اور اپنی خادمہ اور ملنے والیوں میں اچھی باتوں کو پیش کرتی رہے اور اس میں کسی کی رو رعایت جائز نہیں۔ ہاں موقع محل اور حکمت کے ساتھ امر معروف اور نہی منکر کرنا ضروری ہے اگر ایسا نہیں کیا گیا تو گویا کہ ایمان کے وصف سے محرومی رہی اور امر معروف اور نہی منکر کے دروازے کو بند کر کے اللہ کی پاک زمین کو گناہ سے لوث ہونے دیا گیا اور نافرمانوں سے دنیا کو بھرنے دیا گیا۔

اتحادِ اسلام

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما

اور اگر دو فرقے مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ملاپ کرادو اُن دونوں میں

اصلاح سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بنجائیں جھگڑا نافرمانی کے سبب ہوا تو ظاہر ہے کہ اصلاح کا مطلب فرمانبرداری ہی ہو سکتا ہے۔ سرکشی سے روکنا اور طاعت پر بدستور ہٹا لانا ہی در اصل اصلاح ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو ارشاد ہے فقاتلو اللتی تبغی حتیٰ تفئے الیٰ امر اللہ۔ تو سب لڑو اُس زیادتی کرنے والے سے یہاں تک کہ پھر آئے طرف حکم اللہ کے ظاہر ہے کہ اسی کا نام امر معروف اور نہی منکر ہے۔

اگر مسلمانوں میں آج اس خیال کے لوگ پیدا ہو جائیں اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اہمیت اُن کے ذہن نشین ہو وہ فرقہ بندیوں کو احسن طریقہ پر دور کرنا چاہتے ہوں تو اس آیت شریف پر عمل کی ٹھان لیں۔ وہ اُدھر سے ہٹائیں جدھر ان کو نہیں جانا چاہیئے اور اس طرف لائیں جس طرف نہ آنے سے تباہی و بربادی ہے تو یہ وہی چیز ہے جس کو امر اللہ فرمایا گیا یعنی خاموشی کے ساتھ ہر فرقہ والے کے ہر فرد کو قرآن کے علم و عمل کی طرف متوجہ کر دینا چاہیئے۔

اگر ایسا کیا گیا تو آپس کے اختلافات اپنے سے آپ دور ہو جائیں گے اور ایک دن آئیگا کہ اتحاد اسلام ہی نہیں بلکہ اتحاد عالم بھی ممکن ہو جائیگا۔ اسی کی تعریف میں ہے لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذالک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیہ اجراً عظیماً۔ نہیں بھی اکثر ان کی شورت مگر جو کوئی کہے خیرات کو یا نیک بات کو یا صلح کرائے لوگوں میں اور جو کوئی یہ چیزیں کرے اللہ کی خوشی چاہکر تو ہم اسکو عنقریب دینگے بڑا اجر۔

اس آیت میں بین الناس کا لفظ خاص طور پر قابل توجہ ہے کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی سلئے مذاہب عالم جو جنگ کی اصل بنیاد ہیں ان کے متبعین کے اندر حق کو پہنچا کر صلح کا خواستگار ہونا مقصود ہے اور اب اتحاد عالم کا خیال خواب نہیں کہا جاسکتا۔

امت وسط کا طغرۂ امتیاز

یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین

اے ایمان والو قائم ہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ نقصان ہو اپنا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا

اللہ اللہ۔ ان الدین عند اللہ الاسلام جو قرآن مجید میں ہے تو اس کی خوبیوں کا کس کس طرح اظہار ہو رہا ہے۔ کامل انصاف کا بیان صرف ایک جملہ میں ہے۔ یعنی حق اللہ اور حق العباد کو پوری طور پر ادا کرنا۔ اور حکم ہو رہا ہے کہ اس کی انجام دہی میں کسی چیز کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ اپنا، ماں باپ کا اور قرابت والوں کا پاس لحاظ بھی ایسے موقع پر امر معروف اور نہی عن المنکر سے باز نہ رکھے بیجا حمیت اور طرفداری، عصبیت اور تعصب انصاف میں فرق نہ آنے دے۔ اسی لئے ہے وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا

ایک مسلم کی جدوجہد

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۵

اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور زیادتی پر

قرآن مجید میں کن تعلیمات کا حامل ہے۔ کس طرح کے اخلاق کیلئے اپنے پیروؤں کو آمادہ کرتا ہے۔ ایک مسلم کی جدو جہد کہاں تک وسعت رکھتی ہے صرف نماز، روزہ، حج اور زکواۃ وغیرہ کی ہی تلقین نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں نیکیوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اس جامعیت کی کوئی حد ہے۔ اگر قوم مسلم اپنے فرض کو یاد کرلے اور قرآن مجید پر کار بند ہونیکی ٹھان لے تو پھر کیا دنیا گناہ اور زیادتی سے پاک نہ ہو جائے۔ اس آیت سے بھی مداہنت کو دور کیا گیا ہے اور ہر طرح کی طرفداری سے الگ رکھا گیا ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ بغیر اس کے کامیابی ممکن نہیں ہوتی جبتک صداقت اور للّٰہیت نہ ہو۔ کوئی مبلغ بامراد نہیں ہو سکتا۔

تعاون کے معنی خیر پر ترغیب دینے اور بہتری کے طریقوں کو آسان کر دینے کے ہیں نیز تعدّی اور بدی کی راہوں کو بند کر دینا بھی مقصود ہے۔ اب دنیا کی چالیس کروڑ مسلمانوں کی آبادی اگر اس کے لئے اُٹھ کھڑی ہو اور اپنی زندگی کو وقف کر دے تو کیا دنیا بہشت نہ بن جائے گی۔ یہاں ہو سکنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر ناممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں اس کا حکم ہی کیوں دیتا۔

حق اللہ اور حق العباد کی محافظت

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ

اور قطع کرتے ہیں اُن تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ نے ان کو وابستہ رکھنے کا۔ پ ۱ سورۃ البقرہ ع ۲

اللہ تعالیٰ کے اوامر اسی لائق ہیں کہ بجالائے جائیں جن تعلقات کو جل شانہ نے وابستہ رکھنے کا حکم سنایا ہے اُن کا قطع کرنا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی شہ رگ کو اپنے ہاتھوں سے کاٹ ڈالے یہیں سے فرمانبرداری اور نافرمانی کا آغاز ہوتا ہے، یہیں سے حاکم و محکوم، خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے تعلقات قائم ہوتے ہیں حق العباد اور حق اللہ کی حفاظت یہیں سے شروع ہوتی ہے

اس آیت شریف نے جمیع تعلقات شرعیہ کا احاطہ فرما لیا ہے جس میں حمد معبود کے تعلقات تو سب سے مقدم، اور سب سے اہم اُس کے بعد یا اُس کے ساتھ ہی تمام اقربا، سارے عالم اسلام کے افراد کل مؤمن اخوۃ بلکہ تمام بنی نوع انسان من نقرب و احلی سے ان واسطوں کا قائم رکھنا ہے جن کی تعلیمات کا قرآن حکیم حامل ہے۔

قرآن مجید کی ایک ایک آیت کو ایک ایک رشتہ تصور کرنا چاہیئے اور جو شخص جتنی آیات پر کاربند ہے گویا اُس کا اُتنا ہی رشتہ خدا سے قائم ہے یہاں تک کہ اگر پورے کلام پاک پر عمل ہے تو پھر اُس شخص کے ہاتھ میں پوری طرح حبل اللہ ہے اور وہ عروۃ الوثقیٰ کا علمبردار ہے۔

پھر اس کے بھی مدارج ہیں۔ نیت خلوص، ہمت جس کی جس قدر بہتر اور بلند ہے اُس کے درجے بھی اسی قدر بلند ہوں گے۔

ایک گنہگار بھی امر معروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے

اَتَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

کیا حکم کرتے ہو (دوسرے) لوگوں کو ساتھ بھلائی کے اور اپنی تئیں بھولے جاتے ہو اور (حالانکہ) تم پڑھتے ہو کتاب۔ کیا پس نہیں سمجھتے ہو۔ پ ا س البقرہ ع ۴

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چونکہ عام طور پر واجب ہے اس لئے یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے کہ کون کرے اور کون نہ کرے آقا کو ملازم، ملازم کو آقا، حاکم کو محکوم، محکوم کو حاکم، غریب کو امیر، امیر کو غریب، عورت کو مرد، مرد کو عورت، بی بی کو شوہر، شوہر کو بی بی، عالم کو جاہل، جاہل کو عالم، پرہیزگار کو گنہگار، اور گنہگار کو پرہیزگار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے۔

آیت شریف کا مطلب سمجھنے میں اکثر لوگ غلطی کر رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ جو خود بے عمل ہو وہ کسی اور کو عمل کی دعوت نہیں دے سکتا۔ حالانکہ یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہیئے اور یہ ایک الگ چیز ہے جس کی برائی مسلم ہے لیکن یہ منشا نہیں کہ بے عمل کو

وعظ نہیں کہنا چاہیئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک چیز کو بُرا سمجھتے ہوئے بھی اُس کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن دوسرے کے لئے دل سے خواہاں ہوتے ہیں کہ وہ اس گناہ سے بچے

والدین ایسے دیکھے گئے ہیں جو خود تو لکھے پڑھے نہیں اور نہ آئندہ کے لئے اس کے حصول کی نیت رکھتے ہیں لیکن اپنی اولاد کو زیورِ علم سے آراستہ دیکھنے کی دلی تمنا رکھتے ہیں اور اس کے لئے سب کچھ خرچ کرتے ہیں۔

ایسی مائیں دیکھی گئی ہیں جنھوں نے اپنی بچیوں کو اُن باتوں سے بچایا اور اُس جال سے رد کا جس سے خود نہ رُک سکیں۔

یہودجن کے بارے میں اس آیت کا نزول ہوا یہی کررہے تھے کہ توریت شریف کی تلاوت سے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو جانتے ہوئے قرآن مجید کی حقانیت کو مانتے ہوئے اور اسلام کے منجانب اللہ ہونیکو پہچانتے ہوئے بھی اسلام میں داخل نہیں ہوتے تھے دوسروں کے سامنے اس کا اعتراف کرتے تھے اور اس کی تصدیق و اظہار سے بھی نہیں چوکتے تھے مگر حبِ مال و جاہ نے خود ان کو روک رکھا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کہکر علانیہ مسلمان نہیں ہوجاتے تھے۔

دیگر مذاہب والے آگاہ ہوں

لیسوا سواء من اھل الکتب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء الیل وھم یسجدون

یؤمنون باللہ والیوم الاخر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یسارعون فی الخیرات

و اولئک من الصلحین

سب برابر نہیں اہل کتاب میں سے ایک جماعت ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہیں

یقین لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہیں پسندیدہ امر کیلئے اور منع کرتے ہیں ناپسندیدہ سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر

اور وہی لوگ نیکبختوں میں ہیں

اہلِ کتاب میں سے سیدھی راہ پر اُسی کو سمجھنا چاہیئے جو اپنے پیدا کرنے والے کے آخری حکم اور آخری نبی پر بھی ایمان لائے وہ اس پر جا بیٹھا رہے کہ ہم اس حکم کو تو مانیں گے جو پہلے آ چکا لیکن اسی خدا کے دوسرے حکم کو جو بعد میں آیا نہیں مانیں گے۔ اور پھر وہ یہ سمجھے کہ پہلے حکم کو تو ہم مان رہے ہیں اور اُن کا حاکم خدا اُن سے خوش ہوگا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہوا یعنی آخری حکم کو نہ مان کر پہلے حکم کے آپ سے آپ خلاف کرنے والے بن گئے اور اپنے مالک کو ناراض کر دیا۔ یہ اب اُن کی ہٹ دھرمی خوش اعتقادی ہے اور وہم و خواہش پرستی ہے جو وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ کسی مذہب پر ہیں اور خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔

سیدھی راہ کی تخصیص میں آیات اللہ کی تلاوت بھی ہے اور کیوں نہ ہو کہ سیدھی راہ پر رکھنے والی چیز تو یہی ہے اس کی تلاوت ترک ہوئی اور سیدھی راہ میں کجی پیدا ہونا شروع ہوئی۔ ہر کتاب کے نزول کا اس کے سوا دوسرا منشا ہی کیا ہو سکتا ہے کہ جن کے لئے نازل ہوئی ہو وہ اس کو پڑھتے رہیں اور اس پر عمل کرتے رہیں۔

قرآن کے معنیٰ ہی اس چیز کے ہیں جو پڑھی جاتی ہے اس کے نام میں بھی یہ اشارہ ہے کہ یہ اللہ کا آخری آسمانی پیغام دنیا والوں کے لئے اسی لئے نازل ہوا ہے کہ وہ اس کو پڑھتے رہیں تا کہ عمل کی طرف توجہ ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج مسلمان اس کے پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہی نہیں۔ اس کا پڑھنا ان کے خیال میں لازمی نہیں بلکہ اختیاری ہے اور اگر کچھ لوگ پڑھیں بھی تو بے معنی و مطلب کا پڑھنا پڑھیں پھر جو شاذو نادر معنی و مطلب کے ساتھ بھی پڑھیں تو عمل کے لئے نہیں۔

مسجدوں میں عام طور پر قرآن کا درس نہیں۔ گھروں میں بچوں کو پڑھایا نہیں جاتا۔ مکاتب و مدارس میں تعلیم نہیں اور کالج و اسکول میں تو اس کے خلاف اس کی خلاف ورزی کی فضا پیدا کی جاتی ہے۔

بعض ایسے ممالک بھی ہیں جن کو اسلامی کہا جاتا ہے اور مدارس تو کثرت کے ساتھ ہیں جن کا نام بھی

از قبیل رکھا جاتا ہو مگر مذاق یہ ہے کہ اسی پورے سلسلہ میں اسلام کی روح اور مسلمان بنانے والی کتاب قرآن مجید کی تعلیم لازمی تو کیا اختیاری بھی نہیں ہوتی۔ مگر اس غفلت اور دیدہ دلیری کو کیا کہا جائے کہ بسا اوقات یہیں اسلام کی نوحہ خوانی۔ قرآن از قرآن کے لانے والے کی تعریف بھی کی جاتی ہے اور کتنے ہیں کہ اسی نام پر ملازمتوں کے لئے مراعات حاصل کرتے اور پھر اسی اسلام کے قانون کی خلاف ورزی اعلانیہ کرتے نظر آتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

راتوں کے وقت تلاوت کی تخصیص میں خاص نکات ہیں۔ یہ احکامات خداوندی ہیں تو راتوں کو ان کو پڑھکر دن میں عمل کرنے کے لئے طیار ہو جاتا ہے۔ رات یکسوئی کے لئے نہایت مناسب وقت ہے اور اخلاص کے اظہار کے لئے نادر موقع۔

قرآن مجید کا نزول بھی رات ہی میں ہوا ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر میں امر واقعہ کا اظہار بھی ہے اور اس طرف توجہ دلانا بھی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت رات میں مفید تر ہے۔

قرآن مجید آدم زاد کو انسان بنا کر عبدیت کے لباس فاخرہ سے ملبوس کر دیتا ہے انسان سراپا محکوم بن جاتا اور اپنے کو ناچیز سمجھ لیتا ہے پھر تو از شہائے خداوندی انعامات بحید لطف وکرم بے غایات اور وعدوں کی کثرت کو دیکھ کر رو دیتا ہے۔ اعینھم تفیض من الدمع

قرآن مجید بڑی عظمت والا کلام ہے اس کی حقیقی تلاوت سے دل لرز جاتے قلوب اور دماغ متاثر ہو کر کانپ اٹھتے ہیں۔ خدا کی عظمت جسم اور روح دونوں پر مستولی ہو جاتی ہے پھر محکوم حاکم کے سامنے عبد معبود کے سامنے۔ محتاج غنی کے سامنے اور مخلوق خالق کے سامنے سراپا سجدہ ہو جاتا ہے اور آپ ہی آپ بے ساختہ سر جھک جاتا ہے وھم یسجدون۔

قرآن مجید محبوب مطلق اور شاہد حقیقی کا اپنے چاہنے والوں کے نام نامہ محبت ہے اس کی تلاوت کے وقت راز و نیاز شروع ہو جاتا ہے۔ کلام آج اور دیدار کل کا معاملہ نظر آ جاتا ہے اسی لئے کہ یہی (?) پھلا اہر جب ہوتا ہو اور عالم سارا سوتا ہے کوئی کسی کی یاد میں اٹھ کے چھپکے رو تا ہے

اور یہ بالکل یقینی ہے کہ یہ سب یقینیات کے مدارج ختم ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں اس لئے ایمان باللہ اور آخرت کے دن پر یقین کرنا بھی مذکور ہوا۔ مگر قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اس آیت میں صلاح و نیکبختی کو صرف اسی پر متعلق نہیں فرمایا ہے بلکہ اخیر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی زیادہ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے اور قیامت کے دن یقین کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کیا جائے بغیر اس کے کوئی چیز مکمل نہیں ہو سکتی اور نہ صلاح و نیکبختی کا حصول ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کو تنبیہ حاصل کرنی چاہیئے

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذالک بما عصوا و کانوا یعتدون کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون

لعنت کئے گئے وہ جو منکر ہوئے بنی اسرائیل میں سے۔ داؤد کی زبان پر اور عیسے بیٹے مریم کی بسبب گنہگار ہونے اور حد پر نہ رہنے کے۔ آپس میں منع نہ کرتے تھے برے کام سے جو کر رہے تھے کیا برا کام ہے جو کرتے تھے

مسلمان دیکھیں کہ آج وہ امر معروف اور نہی منکر کو عمومیت کے ساتھ ترک کئے ہوئے ہیں یا نہیں اور اس کے ثبوت کے لئے اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے کہ وہ قرآن کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں قرآن کا علم ہی جب نہ ہو تو عمل کہاں سے آئیگا وہ یہ بھی دیکھیں کہ انہیں کی عبرت پذیری کیلئے بنی اسرائیل کے اس واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے پھر کیا یہ بھی اسی گناہ کے مرتکب ہوں گے تو عقاب سے بچ جائیں گے۔ وہ متنبہ ہو جائیں کہ اس آیت میں نہایت سختی کے ساتھ کہا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے لعنت کئے جانے کی علت یہی تھی کہ انھوں نے نہی منکر کو

علماء اسلام کو خبردار ہونا چاہیئے

لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم و اکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون

کیوں نہیں منع کرتے ان کو درویش اور ملا گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیا برے کام ہیں جو کر رہے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہے کہ اگر اگلے مسلمان آج ہم میں آئیں اور ہمکو دیکھیں تو ہماری مسلمان ہونیکا بھی ان کو ہرگز یقین نہ آئے وہ نہ تو صورت سے مسلمان سمجھیں اور نہ سیرت سے۔ عام طور پر مسلمان اور ان کی اولاد اس علم کے حصول میں منہمک نظر آئیگی جو انسانوں کی غلامی کے لئے ہے اور بیشتر اوقات حرام کی ملازمتوں کیلئے ہے آج ناجائز ملازمتوں، حرام کی تجارتوں نافرمانی کی تعلیم اور تحریر و تقریر اور رشوت وغیرہ کی گرم بازاری ہے لیکن علماء اور مشائخ احتساب کرتے نظر نہیں آتے۔ اور نظر بھی کیونکر آئیں کہ کسی نہ کسی طرح اکثر یہ بھی اس میں شریک ہیں اور منتفع ہونے کے خیال آئندہ کی امیدیں و دیگر روپہلی اور سنہری غرضوں نیز غیر اللہ کے خوف سے لرزہ براندام ہیں

یہود و نصاریٰ کے علماء اور مشائخ کی کہانیاں سنانے کے لئے قرآن نہیں آیا ہے بلکہ علماء اسلام اور مشائخین کو خبردار کرنا مقصود ہے۔ اور یہ کہ انکی خموشی بھی اثم اور عدوان پر تعاون ہے۔

قولھم الاثم کا آج جیسا کچھ مظاہرہ ہو رہا ہے شاید ہی کسی زمانہ میں ہوا ہو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سوا بولنا ہی فضول ہے۔ اور یہ بغیر قرآنی علم و عمل کے ممکن نہیں۔

ہلاکت اور نجات

فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون

پھر جب بھول گئے جو ان کو سمجھایا تھا (تو) بچالیا ہم نے (ان کو) جو منع کرتے تھے برے کاموں سے اور پکڑا گنہگاروں کو برے عذاب میں بدلے میں ان کی نافرمانی کے۔

یہ ایک قصہ اور ایک بستی کا تذکرہ ہے جو امر معروف اور نہی منکر کو ترک کر چکی تھی اور اس گناہ اور اس نافرمانی میں مبتلا تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پاداش میں اس کو آسمانی عذاب سے ہلاک کر دیا۔ مگر ان لوگوں کو بچالیا جو امر معروف اور نہی منکر کو نہ بھولے تھے اور اس فرض کو انجام دے رہے تھے۔

فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض

سو کیوں نہ ہوتے ان سنگتوں میں تم سے پہلے کوئی لوگ جن میں اثر رہا ہو کہ منع کرتے رہتے فساد کرنے سے زمین میں۔

اس آیت شریف میں فرمایا کہ سبھی سب کو ہلاک کر دیا مگر ان تھوڑے سے لوگوں کو نجات ملی جو فساد سے منع کرتے تھے

اگر مسلمان روئے زمین کے بادشاہ بننا چاہتے ہیں

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر

وہ کہ اگر ہم انکو بادشاہت دیں زمین کی (تو) قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برے کام سے